علم و ادب

از سید محمد مثنیٰ

حصہ اول

قیمت
Rs. 2-12

ناشر: کتب خانہ فخریہ امروہہ گیٹ مراد آباد یوپی

کو وقف کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد فوجی بھرتی پولیس اور فوج کی ملازمت کی حرمت کے فتوے کے سلسلے میں جو کراچی میں حضرت موصوف کی جانب سے پیش کیا گیا تھا۔ اور مولانا نثار احمد صاحب۔ مولانا محمد علی صاحب، مولانا شوکت علی صاحب نے اس کی تائید فرمائی تھی گرفتار ہو کر دو سال قید با مشقت کی مصیبت برداشت کی۔ (مقدمہ کراچی ایک مشہور مقدمہ ہے جس پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں)

کراچی سے رہائی کے بعد دنیا نے رہا ہونے والوں کے بڑے بڑے جلوس نکالے۔ مگر حضرت موصوف کا مخصوص طرز عجیب و غریب تھا۔ آپ جہاں تشریف لے گئے اچانک پہنچ گئے کسی کو اطلاع بھی نہ ہو سکی کہ کب تشریف لائے دیوبند میں شدید انتظار تھا۔ استقبال کے انتظامات بھی ہو رہے تھے۔ لیکن آپ شب کو ۲ بجے بالکل خاموشی کے ساتھ دیوبند وارد فرما ہو کر حضرت حضرت شیخ الہند کے مکان پر پہنچ گئے۔ صبح کو سنا گیا کہ رات حضرت جانشین شیخ الہند تشریف لے آئے۔ مرادآباد والوں نے شاندار جلوس کا انتظام کر لیا تھا۔ مگر ان کو یکایک معلوم ہوا کہ حضرت مولانا مدرسہ شاہی میں تشریف فرما ہیں۔

مالٹا اور کراچی کے زمانہ اسارت میں آپ کے اہم ترین مشاغل دو تھے۔ (۱) قرآن پاک کا حفظ (۲) سلوک و طریقت کے مراحل طے کرنا۔

اسارت کراچی کے زمانہ میں مولانا محمد علی مرحوم نے آپ سے قرآن شریف کا ترجمہ پڑھا۔ مولانا محمد علی مرحوم آپ کو چہیتا بھائی کہا کرتے تھے اور ادب استاذانہ تکریمات سے پیش آیا کرتے تھے۔

اس کے بعد آپ تقریباً چھ سال سلہٹ "بنگال" میں ایک جامعہ اسلامیہ کے شیخ الحدیث کی حیثیت سے قیام پذیر رہے۔ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ خداوند بالا و برتر نے صوبہ آسام کی اصلاح کے لئے یہ غیبی تائید فرمائی تھی۔ اس تمام عرصہ میں تدریس کے علاوہ آپ کا بڑا مشغلہ اشاعت و تبلیغ تھا

حقیقت میں ان مجاہدات کا تصور بھی انسان کو ہیبت زدہ کر دیتا ہے جو حضرت موصوف کو وعظ و تبلیغ کے سلسلے میں برداشت کرنے پڑے بنگال اور آسام کے دیہات جن کے ہر طرف ندیاں اور نالے آپ انھیں ندیوں اور نالوں کی سرزمین میں رات کے وقت وعظ و تبلیغ کے سلسلہ میں پاپیادہ خطرناک جنگلوں، نالوں اور ندیوں کو طے کرتے ہوئے دیہات میں پہنچتے اور جتنے آدمی بھی جمع ہو سکتے ان کو خداوندی احکام سناتے۔ ایسا بھی ہوا کہ سفر کی تمام دشواریوں اور پریشانیوں کو طے کر کے جس جگہ پہنچے وہاں وعظ سننے والے صرف سات آٹھ آدمی ہی تھے۔ مگر آپ مجمع کی قلت سے کبھی بھی کبیدہ خاطر نہ ہوئے اور اس ہی بشاشت کے ساتھ ان کو اللہ کے احکام سنائے جس بشاشت سے ہزارہا کے مجمع کو سناتے۔

بہرحال اس مجاہد کا اثر بحمداللہ بہت خوشگوار ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد سارا ضلع سلہٹ آپکی طرف متوجہ ہو گیا۔ آپ کے اخلاص ایثار پر وارفتہ اور شیدائی ہو کر حلقہ ارادت میں داخل ہونے لگا۔

سلہٹ اور اطراف سلہٹ کے رہنے والوں نے ہزاروں کی تعداد میں آپ سے شرف بیعت حاصل کیا۔

Marfat.com

۱۹۲۶ء میں آپ کے سامنے دارالعلوم دیوبند کی صدارت پیش کیگئی جس کو آپ نے دارالعلوم کے مصالح کے بموجب پسند فرمالیا۔ لیکن ہندوستان کی سیاسی حالت اور سیاسی خدمات کا جذبہ جو آپ کے رگ و پے میں نفوذ کرگیا ہے اس نے اجازت نہ دی کہ عام مدرسین کی طرح آپ ملازمت اختیار کریں بلکہ اہتمام کے سامنے اپنے سیاسی مذاق اور سیاسیاتِ ہند کی اہمیت کو صفائی سے پیش کرتے ہوئے کچھ شرطیں لگالیں جن کا مفاد یہ ہے۔ کہ

(۱) سیاسی خدمات کے لئے آپ آزاد ہوں گے۔

(۲) سیاسی امور میں مدرسہ کی جانب سے کوئی رکاوٹ نہ عائد کیجائیگی۔

(۳) ہر مہینہ میں ایک ہفتہ آپ کو اختیار ہوگا کہ سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لئے دیوبند سے باہر دوسرے مقامات پر سفر کرسکیں جس کے لئے کسی رخصت یا اطلاع کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ اس سے زائد پر تنخواہ وضع کی جائے گی۔

اور بعد آپ کا کمال تحمل ہے کہ جب حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی وفات ہوئی اور فریضہ اہتمام مولانا محمد طیب صاحب موجودہ مہتمم کے سپرد ہوا۔ تو آپ نے ارکان شوریٰ سے اُن شرائط کی دوبارہ تجدید کرائی۔

اس وقت حضرت شیخ کی خدمات مثلِ آفتاب ہمسے پوشیدہ نہیں۔ جمعیۃ انجمن یا کانفرنس بھی مسلم مفاد کی خاطر ہندوستان میں بنائی جاتی ہے محض اس اضطراب اور ہیجان کی بنا پر کہ مسلمانوں کو کسی طرح فائدہ پہنچے۔ ان کی

حالت کسی طرح رو باصلاح ہو آپ اس میں شرکت فرماتے ہیں اور درحقیقت ترقی پذیر سیاسیاتِ ہند کی آپ روح رواں ہیں۔ چند سال ہوئے ایک ہفتہ بلا وضع تنخواہ کی شرط ارکان مجلس شوریٰ کے کرم سے حذف کردی گئی۔ اور اب تمام مدرسین مدرسہ کی طرح آپ کی تنخواہ بھی وضع ہوتی ہے۔ پورے سال میں صرف پندرہ یوم کی رخصت اتفاقیہ بلا وضع تنخواہ مل سکتی ہے۔

لیکن سیاسی، تبلیغی۔ تدبیری۔ تینوں قسم کی خدمات اور مزید براں دارالعلوم دیوبند کی صدارت کے (منصبی) فرائض۔ یعنی خصوصی مشورے۔ نگرانی۔ چندہ کی مساعی، مالیات کی اصلاح وغیرہ وغیرہ۔ بیک وقت ادا کرنا درحقیقت حضرت محترم ہی کا ظرف اور آپ ہی کی ہمت ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ راحت و آرام بیفکری اور سکون سب کچھ قربان ہوگیا۔ شب و روز کی ایک مسلسل جدوجہد ہے جس کو وہ انسان انجام دے رہا ہے جس کو خدا نے فوق العادت روحانی قوت عطا فرمائی ہے۔

شب کو کئی گھنٹہ مسلسل تقریر۔ اس کے بعد سفر اور صبح مدرسہ میں پہنچکر مسلسل کئی گھنٹہ تک ڈھائی سو طلبہ کی جماعت کو درس دینا جس میں ہر قابلیت اور ہر مذاق کے طلبہ موجود ہوں۔ جن میں بعض وہ بھی ہوں جو کئی سال مدرسی کرکے محض سماعت حدیث کے لئے حاضر ہوئے ہوں پھر وہ دماغ سوز مشقت جو ڈھائی سو تین سو طلبہ کے وسیع حلقہ میں تقریر کرتے رہنے سے پیدا ہو۔ پھر اسی طرح ظہر بعد۔ عصر بعد۔ بسا اوقات عشا بعد۔ برابر درس۔

اور پھر ایک دو دن نہیں ہمیشہ مسلسل۔ اور نہ صرف دن کو بلکہ شب کو بھی

Marfat.com

اسی طرح مشاغل کا تسلسل مثلاً قیام دیوبند کے زمانہ میں مغرب بعد صلوٰۃ اوابین جن میں کم از کم سوا پارہ یومیہ کی تلاوت پھر مسترشدین کو تلقین۔ یا بیعت پھر عشا بعد کم از کم دو گھنٹہ درس حدیث۔ کتب بینی۔ اخبارات دیکھنا۔ ان سے یادداشتیں مرتب کرنا جن کا بیش بہا ذخیرہ ہزارہا صفحات کا اسوقت حضرت موصوف کے پاس موجود ہے۔ پھر آخر شب میں تہجد۔ اس کے بعد ذکر و مراقبہ وغیرہ وغیرہ۔

غور فرمائیے کہ کیا کوئی ہے جو اس طرح مسلسل اپنے آپ کو قربان کرتا ہے تحسین و آفرین۔ انسان کی ہمت کو بلند کر دیا کرتی ہے۔ مگر یہاں تحسین و آفرین کے بجائے۔ افترا و بہتان ہے۔ دشنام طرازیاں ہیں۔ توہین و تذلیل کے منصوبے ہیں۔ نصیبہ اعدا قتل کی سازشیں اور قاتلانہ حملے ہیں۔ غیروں کی طرف سے نہیں بلکہ خود انھیں کی طرف سے اس جگر فگار اور دلخراش طرز عمل کے باوجود متواتر جہد و جہد۔ اور رات دن سعی پیہم کا سلسلہ وہی باقی رکھ سکتا ہے جس کو خداوند عالم نے غیر معمولی خلوص اور للہیت کی دولت عطا فرمائی ہو اور لا یخافون لومۃ لائم[1] - اور لا نرید منکم جزاءً ولا شکورا[2] کا بلکہ اس کے رگ و ریشہ میں راسخ ہو چکا ہو ہم جیسے آرام طلب مولوی اپنی تن آسانی کو چھپانے کے لئے حضرت شیخ پر اعتراضات کیا کرتے ہیں کہ اس غیر معمولی مشغولیت اور لامحدود

---

[1] کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔

[2] یعنی ہم جو کچھ کرتے ہیں وہ صرف حضرت حق جل مجدہ کی رضا جوئی کے لئے۔ تم لوگوں سے ہم کوئی معاوضہ چاہتے ہیں۔ شکریہ کے خواستگار ہیں۔

Marfat.com

سلسلہ سفر کے ساتھ طلبہ کی خدمت ناممکن ہے۔

لیکن جبکہ حضرت شیخ کے آغاز درس یعنی ۱۳۴۶ھ سے دورہ حدیث کے داخلہ کی تعداد روز افزوں ہو گئی ہے۔ اور نہ صرف دورہ حدیث کے طلبہ بلکہ دارالعلوم دیوبند کے کل طلبہ ۹۹ فیصدی حضرت شیخ کے گرویدہ اور جاں نثار ہو کر واپس ہوتے ہیں۔

تو کیا کوئی انصاف پسند جو رشک و حسد کے بدترین مرض سے محفوظ ہو۔ اس قسم کے اعتراضات کی طرف التفات کر سکتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اختتام سال پر کتاب کے ختم ہونے میں دشواریاں ہوتی ہیں۔ زمانہ امتحان میں بھی بخاری شریف ہوتی رہتی ہے۔ مگر کیا حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کے زمانہ میں ایسا نہ ہوتا تھا؟

حقیقت یہ ہے کہ دورۂ حدیث میں بہت سے وہ حضرات شرکت کرتے ہیں جو بار بار کتب حدیث پڑھ چکے ہوتے ہیں اور اب ان کا مقصد تشفی اور اطمینان حاصل کرنا ہوتا ہے۔ ایسے طلبہ کے سوالات بسا اوقات سیاق میں تاخیر پیدا کر دیتے ہیں اور بالخصوص حضرت شیخ مدظلہ العالی کے اخلاق اس درجہ وسیع ہیں کہ کسی طالب علم کے کسی سوال پر کسی وقت بھی آپ جبین بکیں نہیں ہوتے۔

لہ حضرت العلامہ استاذی مولانا انور شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کے آخری دور میں زیادہ سے زیادہ شرکاء دورہ حدیث کی تعداد نوے (۹۰) ہے اور حضرت شیخ مدظلہ العالی کے زمانہ میں اسی جماعت کے طلبہ کی تعداد ڈھائی سو کے قریب پہنچ چکی ہے اور کل طلبہ کی تعداد تقریباً سوا سو رہتی ہے۔ الا ماشاء اللہ و بارک

Marfat.com

اس طرح ایک ایک مسئلہ میں پوری جماعت کی طرف سے بسا اوقات دسیوں سوالات ہوتے ہیں۔

سالانہ جشن عبادت تقریباً دس ماہ تدریسی اور تبلیغی مشاغل میں اس پروگرام کے ساتھ گزرتے ہیں جو اوپر بیان ہوا لیکن رمضان مبارک کا مبارک مہینہ عجیب شان سے گذرتا ہے۔

ہم نے شاندار ماضی میں تفصیل سے لکھا ہے کہ حضرت سید صاحب شہید قدس اللہ سرہ العزیز اور آپ کے خلفا صوبہ بنگال کی اصلاح کی طرف خاص طور سے متوجہ رہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب جو اپنے اکابر کے صحیح جانشین ہیں وہ بنگال کو اپنی توجہات کا مرکز کیسے نہ بناتے۔

قیام سلہٹ نے قدرتی طور پر مسلمانان بنگال بالخصوص مسلمانان آسام کا تعلق حضرت شیخ سے وابستہ کر دیا۔ اب اہل سلہٹ کچھ ایسے عاشق ہو گئے ہیں کہ رمضان المبارک کا مبارک مہینہ انھوں نے اپنے لئے مخصوص کرا لیا ہے۔

تمام سال وہ تمناؤں اور مرادوں میں گذارتے ہیں۔ اور جیسے ہی شعبان المعظم شروع ہوتا ہے دعوتی خطوط اور تار پہنچنے لگتے ہیں اگر کچھ شبہ ہو جاتا ہے تو سلہٹ سے وفود حاضر ہونے لگتے ہیں۔

بہرحال ۲۷، ۲۸ شعبان تک حضرت شیخ دیوبند سے روانہ ہو کر سلہٹ پہنچتے ہیں۔ وہاں پہنچکر آپ کے مشاغل حیرت انگیز ہوتے ہیں۔

پورے بنگال سے خاص خاص متوسلین سلہٹ پہنچنے لگتے ہیں۔ کچھ قیام کرتے ہیں اور کچھ زیارت کر کے اور دو چار روز حاضر خدمت رہ کر واپس ہو جاتے

Marfat.com

ہیں۔ اوسطاً پانسو حضرات کا مجمع ہر روز رہتا ہے۔

حضرت موصوف مختصر سے افطار کے بعد نماز مغرب سے فارغ ہو کر صلوٰۃ الاوابین میں مشغول ہوتے ہیں۔ اس وقت ایک ڈیڑھ پارہ کی تلاوت ہوتی ہے۔ پھر تراویح میں پانسو چھ سو آدمی شریک ہوتے ہیں۔ قرآن شریف حضرت شیخ خود سناتے ہیں مسجد میں تراویح سے فراغت کے بعد ایک اور قرآن نوافل میں ہوتا ہے۔ پھر تھوڑی دیر آرام فرما کر تہجد شروع کرتے ہیں جس میں سلسلہ وار قرآن شریف ختم کرتے ہیں۔ یہ مبارک سلسلہ صبح صادق سے تقریباً نصف گھنٹہ پیشتر تک جاری رہتا ہے۔ آخری وقت میں سحری تناول فرماتے ہیں پھر نماز صبح سے فراغت پا کر کچھ آرام فرماتے ہیں ایک ڈیڑھ گھنٹہ کے آرام کے بعد زائرین سے ملاقات اور مجمع زائرین میں وعظ و پند کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

باشندگان سلہٹ و مضافاتِ سلہٹ اپنے مکانات پر بھی مجالس وعظ منعقد کرتے ہیں۔ قیام گاہ کی مجلس وعظ کے بعد ان مجالس میں شرکت فرماتے ہیں۔ پھر دوپہر کو قلیل سا قیلولہ فرماتے ہیں۔ نمازِ ظہر کے بعد قرآن شریف سننے اور سنانے کا سلسلہ عصر تک جاری رہتا ہے۔ بعد عصر مغرب تک تذکیر و تلقین میں صرف ہوتا ہے

اسی طرح دن اور رات میں نونو اور دس دس قرآن شریف کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ مجالس وعظ وغیرہ اس کے علاوہ۔

نماز عید سے فراغت پا کر واپسی ہوتی ہے۔ بنگال سے دیوبند تک متوسلین اور مشتاقوں کے تقاضوں کے بموجب موقع بموقع قیام فرماتے ہوئے آخر شوال تک دیوبند پہنچتے ہیں۔ پھر اگر حج بیت اللہ شریف کا عزم بھی ہو تو یہ مسلسل سفر متواتر چھ ماہ باقی رہتا ہے جس میں آرام اور راحت کا نام نہیں ہوتا۔

Marfat.com

معلوم ہوا ہے کہ حجاز پہنچکر بھی زائرین کی کثرت آرام کا موقع نہیں دیتی ۱۹۳۲ء میں جب آپ حجاز مقدس تشریف لے گئے تو مولانا محمد اسماعیل صاحب ایم۔ اے مدرس مدرسہ شاہی مراد آباد بھی ہمراہ تھے۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی اس زمانہ میں مکہ معظمہ میں قیام فرماتے تھے۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب کا بیان ہے کہ مولانا عبید اللہ سندھی کی خواہش رہی کہ حضرت شیخ سے ایک گھنٹہ تخلیہ کا موقع مل جائے مگر ممکن نہ ہو سکا۔

جود و سخا استاذ محترم حضرت مولانا اعزاز علی صاحب فرمایا کرتے ہیں۔ کہ حضرت شیخ کی طبیعت شاہانہ واقع ہوئی ہے یعنی پیسہ کی کبھی پرواہ نہیں ہوتی۔ دسترخوان اتنا وسیع ہے کہ عموماً پندرہ سولہ مہمان ہمیشہ رہتے ہیں اور بسا اوقات ان کی تعداد اس سے زائد ہوتی ہے۔ مہمان نوازی اور خاطر مدارات کی یہ شان کہ گیارہ بارہ بجے شب کو بھی کوئی مہمان پہنچتا ہے تو کوشش یہ کی جاتی ہے کہ گرم روٹی دسترخوان پر پہنچے۔ گھر کی عورتیں بھی اس محنت کشی کی عادی ہو گئی ہیں۔

سیاسی ماحول اور خدمات

حضرت محترم کا ابتدائی زمانہ حضرت شیخ الہند اول مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی رفاقت میں گذرا۔ لہٰذا اس زمانہ کا سیاسی ماحول بھی وہی تھا جو پہلے گذر چکا۔ اتنا فرق ضرور ہے کہ چونکہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب اسارت مالٹا سے پیشتر تقریباً ۱۲ سال خاص مدینہ طیبہ میں اقامت گذیں رہے تو آپ سیدنا شیخ الہند کی تحریک کے وہ مخصوص اور اہم رکن تھے جو مدینہ طیبہ میں رہ کر خدمات

انجام دے رہے تھے۔ ممالک اسلامیہ سے رابطہ پیدا کرنا اور خود حجاز کو اغیار کے اثرات سے محفوظ رکھنا آپ کا سیاسی فریضہ تھا۔ آپ کے قیام مدینہ کا نتیجہ تھا کہ کرنل لارنس کی زہر آلود تحریک سے مدینہ طیبہ قطعاً محفوظ رہا۔ باشندگانِ مدینہ طیبہ آخر تک ترکوں کے وفادار رہے اور انھوں نے کرنل لارنس۔ یا میکموہن کی دلفریب تحریک کے سامنے گردن نہیں جھکائی۔

اسی بنا پر اہل مدینہ پر غلہ بند کر دیا گیا۔ ترکی فوج اور افسروں نے انتہائی جدّوجہد کی کہ ان کے لئے رزق کے دروازے کھل جائیں۔ مگر یورپ کے سفید فام درندے رحم کے نام سے بھی ناآشنا تھے۔ حتیٰ کہ بقول حضرت مولانا حسین احمد صاحب حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں مجاور بھوک اور پیاس کی شدت برداشت کرتے ہوئے واصل بحق ہوئے۔ بہت سے وہ بھی تھے جو شدت گرسنگی میں مردوں کا گوشت کھانے پر مجبور ہوئے۔ اور طرح طرح کی لرزہ خیز مصیبتیں برداشت کیں۔

بہرحال حضرت شیخ مدظلہ العالی انقلاب حجاز کے بعد گرفتار کئے گئے۔ مالٹا بھیجے گئے۔ وہاں سے رہا ہو کر ہندوستان پہنچے یہ تمام تفصیل حضرت شیخ الہند کے حالات کے سلسلہ میں گذر چکی۔

تشریف آوری ہندوستان کے زمانہ میں جو سیاسی ماحول تھا وہ بھی گذر چکا۔

اس کے بعد حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب نے کوئی نیا پروگرام قوم کے سامنے پیش نہیں فرمایا بلکہ اسی پروگرام پر عمل پیرا ہیں جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہ العزیز ترتیب دے چکے تھے۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کے زمانہ میں چونکہ اس پر عمل زیادہ عرصہ تک نہیں ہو سکا۔ لہٰذا اس کی تفصیلات بھی حضرت موصوف کے سامنے نہیں آئیں۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب کو (جانشین شیخ الہند اور مسلم ملت میں تحریک کا قائدِ اعظم ہونے کی حیثیت سے) اسکی تفصیلات پیش کرنی پڑیں اور پیش فرما رہے ہیں اور اس تفصیل کا لحاظ کرتے ہوئے ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ اس ماحول کو کسی قدر زیادہ تفصیل سے پیش کریں۔

یہ پہلے گذر چکا ہے کہ جنگ جرمنی کے بعد جب برطانیہ اور اس کے حلفاء کو فتح نصیب ہوئی تو دنیا کی سیاست کا نقشہ بالکل بدل گیا۔

اہل سیاست پوری طرح واقف ہیں کہ ذرائع آمد و رفت کی وسعت اور سہولت نے اب تمام دنیا کو ایک ملک کی حیثیت دیدی ہے۔ مشرق اور مغرب کے بعید ملکوں کے ڈانڈے ایک دوسرے سے اس طرح ملا دیئے ہیں کہ دنیا کی کسی ایک حکومت کا انقلاب تمام دنیا کی سیاست کو تہ و بالا کر دیتا ہے۔

مصارفِ جنگ کی بے پناہ زیادتی نے حکومتوں کا مالک انھیں جماعتوں کو بنا دیا ہے۔ جو ملوں اور مشینوں کی مالک ہیں اور لاتعداد دولتوں کے خزانے ان کے پیروں کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔

ان حالات کے پیشِ نظر سوال یہ ہے کہ اگر ہندوستان جیسے برِ اعظم میں کسی دوسری حکومت کے ذریعہ سے انقلاب پیدا کیا جائے تو ہندوستان کو کیا فائدہ ہوگا۔ ہم آزادی کے دلدادہ ہیں۔ آقا کی تبدیلی ہم نہیں چاہتے اور اگر

Marfat.com

اسلامی اخوت کے نقطہ نظر سے ہم انقلاب بپا کرنا چاہیں یعنی افغانستان اور ایران یا دورِ حاضر کے تمام اسلامی ممالک کو ملا کر ہندوستان پر حملہ کریں تو کیا برطانیہ اور اسکے حلفار کے مقابلہ میں یہ جنگ کامیاب ہو سکتی ہے۔

ہٹلر کی فوجیں طوفان بنکر اٹھیں۔ مگر اقتصادی مشکلات کے بھنور میں پھنسکر تباہ ہوگئیں۔ جاپان کے برقِ خرمن سوز کو امریکہ کے ایٹم بم نے آبگینہ بنا دیا جو ایک ہی گولہ سے چور چور ہو گیا۔

اخبارات کے کالم شاہد ہیں کہ اس جنگ کے زمانہ میں صرف برطانیہ کا خرچۂ جنگ ۳۲ کروڑ روپیہ یومیہ تک ہوتا رہا۔ اور امریکہ نے تقریباً ۱۴ کھرب سالانہ تک خرچ کر ڈالا۔

یہ حقیقت کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ مذہب کے نام پر جنگ کا خاتمہ ہو چکا ہے تم ہی بتاؤ کیا پہلی اور دوسری جنگِ عظیم کا محرک۔ مذہب تھا حقیقت یہ ہے کہ مذہب نہ کبھی قتل و خون کا سبب بنا نہ اب سبب ہے۔ اغراض پرستوں کی خود غرضی نے ہمیشہ انسانی خون کے ساتھ ہولی کھیلی۔ اور وہی اب بھی پشت زمین کو ظلم و ستم کا لالہ زار بنائے ہوئے ہے۔ ہمیشہ یہی ہوا کہ ظلم و ستم کی فراوانی نے مظلوموں کو موت پر آمادہ کیا۔ وہ قتل کئے گئے۔ آخر کار ظالم کا ظلم خود اُس کے گلے پڑا۔ چنانچہ کبھی اس کو دریائے نیل میں غرق کر دیا گیا اور کبھی غزوۂ بدر میں شکست دے کر مظلوموں کو فتح و نصرت کی خوشخبری سنائی گئی۔ اور پھر ان کو ہدایت کی گئی کہ ملک ابوجہل اور ابولہب یا قیصر و کسریٰ کا نہیں۔ ملک خدا کا ہے تم آگے بڑھو اور خدا کے ملک کو ظلم سے پاک کرو۔ خدا کی مخلوق کو مظلومیت سے نجات دلاؤ۔

Marfat.com

تم ہی بتاؤ جنگجو رحمۃ للعالمین تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) یا ابوجہل اور ابولہب
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو غرقابی کے لئے دعوت دی تھی۔ یا وہ خود بنی
اسرائیل کے تعاقب کے لئے نکلا تھا؟

بہرحال آج بھی دنیا کے سامنے یہی نقشہ ہے۔ برق اور اسٹیم نے دنیا کے غریبوں کو بے روزگار بنا دیا ہے۔ اور ساری دولت سرمایہ داروں اور مل کے خزانوں میں بھر دی ہے۔ اب اصل سوال بھوک اور فاقہ مستی کا ہے یہاں مذہب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ سرمایہ دار مذہب کی آڑ لیکر بھوکوں کی ٹکر سے بچنا چاہتا ہے۔ مگر اس سے سرمایہ داروں کو نجات تو کیا ملتی، ہاں یہ نقصان ضرور پیدا ہو جاتا ہے کہ بھوکے جب مصنوعی مذہب کو ظالم کے ساتھ دیکھتے ہیں تو وہ مذہب سے متنفر ہو جاتے ہیں۔

زار روس کا آخری کارنامہ یہی ہے کہ اس نے مذہب کے نادان اور لالچی پیشواؤں کا ایمان خریدا۔ ان کو غریبوں اور مزدوروں کے مقابلہ پر کھڑا کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ بے دینی اور لامذہبی بالشوزم کا جزو اعظم بن گئی۔

لہٰذا آج ہر ایک مدبّر اور ہوشمند کا انسانی اور اسلامی فرض ہے کہ وہ عقائد اور مذہبی خیالات کے ذریعہ سے انقلاب کے پریشان خواب دیکھنے کے بجائے خود کو اور اپنی مذہبی حمیّت و غیرت کو مدبرانہ تحریک کا جزو بنا دے۔

لیکن اسکے لئے سب سے اہم یہ تھا کہ مسلمانوں میں اپنی غربت، افلاس اور اپنی فاقہ مستی کا احساس پیدا ہو۔ ان کی اقتصادی حالت کیا تھی۔ پھر اُن کو کس طرح کنگال کر دیا گیا، ان کی صنعت و حرفت کو کس طرح تباہ کیا۔ ان تمام چیزوں کا

Marfat.com

شعور پیدا ہو اور پھر جس طرح اقتصادیات کے متعلق احساس و شعور کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح یہ بھی لازم ہے کہ ہندوستانی ہونیکا احساس اور حب وطن کا جذبہ بھی ان میں پیدا ہو۔ تاکہ وہ غیر ملکی مفاد کی خاطر اپنے ملک اور خود اپنے آپ اور اپنی نسلوں کو تباہ و برباد کرنے کے پرانے مرض سے نجات پائیں۔

کاش ہمارے سامنے گذشتہ دو سو برس کی تاریخ ہو۔ تو ہم سمجھ سکیں کہ ہم نے احساس کے نہ ہونے کے باعث کس طرح خود کو تباہ کیا۔ کس طرح اپنی سلطنت برباد کی۔ اور پھر کس طرح دنیا کی دوسری آزاد قوموں کو۔ اور آہ۔ مسلم اقوام کو۔ اور آہ ثم آہ خاص حجاز مقدس اور حرم اقدس کے رہنے والوں کو برباد کیا۔ غلام بنایا اور تباہ کیا۔

کہا جاتا ہے کہ علماء مذہب کا کام تبلیغ ہے، درس و تبلیغ ان کا مشغلہ ہونا چاہیئے۔ آٹا۔ ناج۔ سوت کپاس کے نرخ سے ان کو کیا واسطہ؟

مگر خدارا بتاؤ کہ ہندوستان کے یہی غیور مسلمان جو علماء ملت پر ہندو پرستی کا الزام لگاتے ہیں گذشتہ جنگ جرمنی کے زمانہ میں انھوں نے عراق، شام، ایران وغیرہ وغیرہ اسلامی ممالک کو انگریز کے لئے کیوں تباہ کیا خاص قبلہ ایمان اور کعبہ اسلام پر کیوں گولیاں برسائیں۔

اس کا سبب بھوک اور فاقہ بے روزگاری اور تہیدستی تھی؟ یا انکے دلوں میں اسلام اور ایمان سے نفرت تھی۔ مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ سے عداوت تھی، عربوں اور ترکوں کی طرف سے کوئی بغض بھرا ہوا تھا۔

انگریز نے عربوں کو ترکوں سے باغی بنایا۔ ان کا سبق یہ تھا کہ کم قومیں

Marfat.com

مذہب سے نہیں بنتی۔ آج قومیں سیاسی اور اقتصادی مصالح کے پیش نظر تربیت دیجاتی ہیں۔ لہذا ترک جدا قوم ہے۔ اور عرب علیحدہ قوم عربوں کیلئے ترکوں کی غلامی عار ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سبق تھا جس کے ذریعہ سے عربوں کو باغی بنا کر نہ صرف ترکوں بلکہ تمام اسلامی ممالک کو برباد کیا۔

ہم اس کے قائل نہیں کہ قومیت صرف سیاسی اور اقتصادی اصول پر تربیت دی جاتی ہے۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ انگریزی ڈپلومیسی اگر عربوں کو ترکوں سے جدا ایک دوسری قوم قرار دیتی ہے تو کیا ہندوستانیوں کو یہ حق نہیں کہ اقتصادی اور سیاسی اصول پر ہندوستانیوں کو انگریزوں کے مقابلہ میں ایک مستقل قوم قرار دیدیں۔

یہی وہ قومیت متحدہ ہے جو انگریز کی نظر میں سب سے زیادہ مہلک مرض ہے ۱۹۳۷ء میں سید نا شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب نے دہلی کے ایک عام جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے یہی حقیقت واضح کردی تھی۔ اب کیا تھا۔ انگریز کو اختلاج ہوگیا۔ انگریز پرست شعبدہ باز میدان میں نکل آئے اور قومیت متحدہ کے برخلاف یہ شور مچا کہ ایک دو تقریر کی گئی۔ یا کوئی مضمون نکالا گیا۔ مستقل ادارے قائم کردئے گئے جو ہندوستانیوں کے دلوں سے قومیت متحدہ[1] کے

---

[1] قومیت متحدہ کے متعلق مفصل بحث حضرت شیخ مدظلہ العالی کے رسالہ "قومیت متحدہ اور اسلام" میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں اتنا بیان کرنا ترجمہ کے لئے چند سطور درج کی جاتی ہیں۔ ہماری مراد قومیت متحدہ سے اس جگہ وہی قومیت ہے جس کی بنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ میں ڈالی تھی۔ یعنی ہندوستان کے باشندے خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں بحیثیت ہندوستانی اور بحیثیت متحد الوطن ہونے کے ایک قوم ہو جائیں اور اس پردیسی قوم سے جو کہ وطنی اور مشترک مفاد سے محروم کرتی ہوئی سب کو فنا کر رہی ہے جنگ کرکے اپنے حقوق کو حاصل کریں اور اس ظالم اور

(بقیہ صفحہ آئندہ پر)

Marfat.com

تحمل کو دور رکھیں۔

یہ ہے ظالموں کی وہ چیرہ دستی جس کے مقابلہ پر خدا کے برگزیدہ رسول گڑگڑا کر کہتے رہے انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔

ایک طویل تحریر کے بعد ہم پھر اصلی مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کے پروگرام کے لئے جزر اعظم دو چیزیں تھیں۔ اقتصادی[1] تباہ حالی کا احساس۔ قومیت[2] مشترکہ کا احساس، کیونکہ تشدد کے بدون آئینی جنگ صرف اسی صورت میں متصور ہے کہ اقوام ہند کی اکثریت ایک نقطہ نظر پر متفق ہو کر اقتصادی اصول پر جد وجہد کرتے ہوئے اور اقتصادی سوالات کو سامنے رکھتے ہوئے ہندی قومیت کو نہ صرف ہندوستان تک محدود رکھے بلکہ بیرونی اقوام کی مداخلت اور مقابلہ کے لئے اس کو آلہ کار بنائے۔

سیدنا شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدظلہ العالی اس پروگرام کو آج سے نہیں بلکہ پہلے سے سمجھے ہوئے تھے اور ابھی حضرت موصوف

(بقیہ صفحہ گذشتہ) بے رحم قوت کو نکال کر غلامی کی زنجیروں کو توڑ پھوڑ ڈالیں۔ ہر ایک دوسرے کے کسی مذہبی امر میں تعرض نہ کرے بلکہ تمام ہندوستان کی بسنے والی قومیں اپنے مذہبی اعتقادات اور مذہبی اعمال میں آزاد رہیں۔ اپنے مذہبی رسم و رواج مذہبی اعمال و اخلاق آزادی کے ساتھ عمل میں لائیں اور جہاں تک ان کا مذہب اجازت دیتا ہو امن و امان قائم رکھتے ہوئے اپنی اپنی نشر و اشاعت بھی کرتے رہیں۔ اپنے پرسنل لا۔ کلچر۔ تہذیب کو محفوظ رکھیں۔ نہ کوئی اکثریت دوسری اقلیتوں اور اکثریت ان امور میں دست و گریبان ہو اور نہ اکثریت اس کی ہمدرد بن کر یہ کوشش کرے کہ وہ اقلیتوں کو اپنے ماتحت کر لے۔ یہی وہ پیمانہ ہے جس کا اعلان کانگریس پچھلے سال کر رہی ہے جمعہ ۹۱/۱۲ تو بیت گھر اور اسلام)

Marfat.com

کی وہ تقریریں فراموش نہیں ہوئی ہوں گی جن میں اول سے آخر تک غلوں کے نرخ اور ہندوستانی صنعت پر انگریزوں کے اقوال اور تاریخی حوالجات ہوتے تھے

عام مسلمان اس سے دلچسپی نہ لیتے تھے بلکہ ابتدا میں تو یہ صورت تھی کہ دس ہزار کے مجمع میں اگر تقریر شروع کی تو آخر تک مشکل سے پانسو آدمی جلسہ میں باقی رہجاتے تھے مگر حضرت شیخ مدظلہ، کا یہ استقلال تھا کہ اول سے آخر تک کی تقریر میں کوئی فرق نہ آتا تھا اور گویا۔

سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم کے اصول پر کاربند ہوتے ہوئے آپ اپنا فرض سمجھتے تھے کہ اقتصادی امور کو ان کے کانوں میں ڈالیں خواہ وہ دس ہزار ہوں یا پانسو۔

لیکن بیس سال کا عرصہ نہیں ہوا کہ بفضلہ تعالیٰ مسلمانوں کے مذاق میں اس قدر تبدیلی ہوگئی کہ آج مسلمانوں کے سیاسی اجتماعات میں کوئی تقریر پسند نہیں کی جاتی۔ جب تک اقتصادی مباحث اس میں نہ ہوں اور غلوں اور کپڑوں کا نرخ ان میں بیان نہ کیا جائے۔ حتیٰ کہ آج مسلم لیگ بھی مجبور ہے کہ وہ اقتصادی پروگرام کا جھنجھنا مسلمانوں کے سامنے رکھے۔

اگرچہ ظاہر ہے کہ اگر لیگ کا مقصد واقعی صنعت و حرفت کی ترقی اور مسلمانوں کے فاقہ اور افلاس کو دور کرنا ہوتا تو عرصہ پیشتر سے لیگ کانگریس کا بازو بن چکی ہوتی۔ کیونکہ اس مقصد میں اتفاق کے بعد بین مسلم سوال پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ سرمایہ دار۔ مزدور۔ زمیندار اور کاشتکار ہندوستانی اور غیر ہندوستانی کے سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

Marfat.com

بہرحال اس ذہنی انقلاب کے پیدا کرنے کی سعادت حضرت شیخ مدظلہ العالی کے لئے مخصوص ہے اور یہ وہ نعمتِ عظمیٰ ہے جس کا احساس اب نہیں چند سال بعد مسلمانوں کو ہوگا۔ بشرطیکہ کوئی ترقی قدرت نے ان کے لئے طے کر رکھی ہے۔

مرادِ ما نصیحت بود کردیم ❊ حوالت با خدا کردیم و رفتیم

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ وافضل رسلہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

خادمِ خلق اللہ خاکپائے ورثہ انبیاء محمد میاں عفی عنہ

۲۲ ستمبر ۱۹۳۹ء عیسوی

تمام شد ـــــ حصہ اوّل

حصہ دوم یہ حصہ ستمبر ۱۹۳۹ء میں یورپ کی دوسری جنگ عظیم سے پیشتر لکھا گیا تھا۔ جنگ عظیم کے آغاز سے اگست ۱۹۴۷ء تک جو حالات رونما ہوئے۔ ہندوستان کی سیاست میں جو تبدیلیاں پیش آتی رہیں اور اس پُر آشوب انقلابی دور میں حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی اور آپ کی جماعت جمعیۃ علماء ہند نے جو خدمات انجام دیں انکو علماء حق حصہ دوم میں جمع کیا گیا ہے معلومات کو مکمل کرنے اور موجودہ سیاسیات سے متعلق پوری واقفیت حاصل کرنے کے لئے حصہ دوم کا مطالعہ ضروری ہے۔

ملنے کا پتہ ـــــ

مولوی عبدالرب۔ منیجر کتب خانہ فخریہ۔ امروہہ گیٹ۔ مراد آباد

مولوی احمد میاں۔ مالک اسلامی کتاب گھر دیوبند ضلع سہارنپور

Marfat.com

عُلماءِ حق

از: مولانا سید محمد میاں صاحب

حصہ اوّل

قیمت Rs. 2-12

ناشر: کتب خانہ فخریہ امروہہ گیٹ مرادآباد یوپی

Marfat.com